مترجم: پروفیسر وائی ایس طاہر علی

مقالہ نگار ڈاکٹر داؤد پوتا مرحوم

(دو) پیری یا کہن سالی

(نویں قسط)

عربی شعراء نے خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید۔ ضعیف العمری کی تمام باتیں بیان کی ہیں۔ اس معاملہ میں ایرانی شعرا بھی ان کے ہمدوش ہیں۔ ہم صرف تین حالتوں کا ذکر کریں گے:

(ا) سفید اور سیاہ بالوں کو رات اور دن کے ملاپ سے مشابہت دی گئی ہے

الفرزدق (وفات ۱۱۰ھ ۷۲۸ء) کہتا ہے[1]

---

[1] ابن قتیبہ: الشعر والشعراء ص ۹۔

زمانہ جاہلیت ہو یا زمانہ اسلام، اکثر عرب شعراء نے یہ تصویر کشی کی ہے سوید الحارثی کہتا ہے (مقصورہ ابن درید ص تصحیح ایل، این، یونکسن)

فتی قبلما تعبس من السن وجہہ سوی خلسۃ فی الراس کالبدر فی الدجی

(اس کے چہرے پر بڑھاپے کی وجہ سے جھریاں آنے سے پہلے وہ جوان جمال تھا۔ اُس کے سر پر سفید بالوں کا گچھا تھا جو سیاہ بالوں میں ایسا چمکتا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند اندھیری رات میں چمکتا ہے)

ابن درید نے اپنے بڑھاپے کا تذکرہ یوں کیا ہے :۔

امّا تری راسی حاکی لونہ طرۃ صبح تحت اذیال الدجی

(اگر تو میرے سر کو دیکھے جس کا رنگ شفق کے مانند ہے جو تاریکی کے دامن میں ہے)

(باقی اگلے صفحہ پر)

الشیب ینھض فی الشباب کانہ   لیل بصیح بجانبیہ نہار

(سفید بال کا سیاہ بالوں کے ساتھ اُگنا ایسا ہی ہے جیسے کہ دن کا اُجالا ہو رات کے دونوں پہلوؤں پر)

کسائی (وفات ۱۰۰۱ء) نے اس کو فارسی میں یوں کہا ہے[۱]:-

گفت موی سفید و موی سیاہ   ہمچو روز ست درمیانۂ شب

(اس نے کہا کہ کالے بالوں میں سفید بالوں کا آجانا دن کے مانند معلوم ہوتا ہے جو رات کی تاریکی میں نمودار ہو)

(۱۱)   خضاب ہے یا غم و اندوہ کی علامت

ابن الرومی کہتا ہے[۲]:-

لما خضب الشیب للغوانی   ابغی بہ عندھا ودادا

(میں نے بڑھاپے میں بالوں کو خضاب نہیں کیا تاکہ نازنینوں کی محبت کا خواہاں رہوں)

پچھلے صفحہ سے آگے

واشتعل المبیض فی مسودہ   مثل اشتعال النار فی جزل الغضا

(اور میرے سر کی سیاہی میں سفیدی اس طرح نمایاں ہے جس طرح کہ جھاڑ کی لکڑی میں آگ لگے اور شعلے بھڑکیں)

فکان کاللیل البھیم حل فی   ارجائہ ضوء صباح فانجلی

(میرے سر کی سیاہی شبِ تاریک کے مانند ہے۔ اس کے کناروں پر صبح کی روشنی نمودار ہونے لگی ہے اور شبِ دیجور ختم ہوگئی)

ایرانی شعراء نے بھی اس تشبیہ کی مقبولیت تسلیم کی ہے۔ عام طور سے محبوبہ کے چہرے کو دن سے یا آفتاب سے اور اس کی لمبی زلفوں کی سیاہی کو اندھیری رات سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ جب وہ ان زلفوں کو اپنے چہرے پر ڈالتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ دن پر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا یا جب وہ اپنے رخِ روشن سے زلفیں ہٹاتی ہے تو کہتے ہیں کہ اندھیرے سے اُجالا نکل پڑا۔

[۱] لباب جلد ۲ ص ۳۷

[۲] مجموعہ ص ۲۰۲ الف، مجموعۃ المعانی ص ۱۲۶۔ اندلس کا ایک شاعر الحصری (؟) کہتا ہے (خرابات جلد ۲ ص ۳۹۱)

اذا کان البیاض لباس حزن   باندلس فذاک من الصواب

الم ترنی لبست بیاض شیب   لانی قد حزنت علی الشباب

لکن خضابی علی شبابی   البست من بعدھا حدادا

(میں خضاب اس لئے کرتا ہوں کہ اپنی جوانی کے جانے پر ماتمی لباس اختیار کروں)

رودکی نے اس کا ترجمہ فارسی زبان میں اس طرح کیا ہے[1]:۔

مون موی خویش را نہ از ان می کنم سیاہ   تا باز نوجوان شوم و از نو کنم گناہ

(میں اپنے بالوں کو خضاب اس لئے نہیں کرتا کہ میں جوان لگوں اور نئے نئے گناہ کا مرتکب ہوں)

چون جامہا بوقت مصیبت سیہ کنند   من موی از مصیبت پیری کنم سیاہ

(مصیبت میں لوگ سیاہ کپڑے پہنتے ہیں لہذا میں بھی ضعیفی کی مصیبت میں بالوں کو سیاہ کر دیتا ہوں)

بالوں کو خضاب کرنے پر ایرانی شاعر کسائی سے اس کے دوستوں نے ڈے کی، تو کسائی نے معذرت خواہی کے طور پر کہا[2]:

از خضاب من و از موی سیہ کردن من   گر ہمی خشم خوری بیش خور و ریخ ببر

(اگر تم مجھ سے اس لئے ناراض ہو کہ میں خضاب سے اپنے بالوں کو سیاہ کرتا ہوں تو بیشک تم ناراض رہ سکتے ہو)

غرضم زو نہ جوانیست بترسم کہ زمن   خرد پیران بجویند و نیابند مگر

(خضاب سے میری غرض جوان ہونا نہیں ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ مبادا لوگ مجھ میں بزرگی عمر کی وجہ سے دانائی ڈھونڈیں اور انہیں نہ ملے۔)

باخرزی کہتا ہے کہ یہ خیال ایرانی اور عرب شعرا میں بہت عام ہے۔ اور کسائی کے مذکورہ بالا اشعار میں وہی بات ہے جو امام القشیری (وفات ۱۰۷۲ء) نے اپنے اس شعر میں کہی ہے[3]:۔

---

[1] ایتھے: Nachrichten ص ۱۳۹، پیزی: Chrestomathie ص ۶۲۔

[2] لباب جلد ۲ ص ۳۷۔

[3] دمیۃ القصر ص ۱۹۷ ب

باخرزی کی روایت ہے کہ صاحب بن عباد، ابو احمد البتامی کے یہ اشعار اکثر پڑھا کرتے تھے اور ان سے لطف اندوز ہوا کرتے تھے۔ (حوالہ مذکورہ)

(باقی اگلے صفحہ پر)

ما خضابی بیاض شعری الا حاذرًا ان جقال شیخ خلیع

(میں اپنے سفید بالوں کو خضاب اس لئے کرتا ہوں کہ مجھے کوئی یہ نہ کہے کہ پیری میں بھی خمارِ جوانی باقی ہے)

(iii) پشت کیوں خم ہے !

معزی (وفات ۱۰۴۷ء) کہتا ہے[1]:-

پشتم دوتائی از پیٔ آن شد کہ عشقِ تو بارِی بر و نہاد از اندیشہ و عنا

(میری پشت اس لئے خمیدہ ہوگئی ہے کہ میں نے تیری محبت میں غم و اندیشہ مول لیا ہے)

گم شد دلم ز دست و بخاک اندر اوفتاد کردم ز بہرِ جستن او پشت را دوتا

(میرا دل میرے ہاتھ سے نکل گیا اور زمین پر گر پڑا - اس وجہ سے میں جھک گیا ہوں اور اسے تلاش کر رہا ہوں)

ایک دوسرے ایرانی شاعر نے معزی کے اس خیال کا سرقہ کیا ہے اور دل کی جگہ 'جوانی' کا ذکر اپنے شعر میں لے آیا ہے[1]:-

---

پچھلے صفحہ سے آگے

اقول و نور الشیب لاح بعارضی قد افترلی عن ناب اسود سالخ

أشیبًا و حاجات الشباب کانہا یجیش بہا فی الصدر و مرجل طابخ

(جب بڑھاپے کا جلوہ میرے چہرے پر نمایاں ہوگیا اور اس نے سیاہ سانپ کا اگلا نوکدار دانت دکھایا تو میں کہنے لگا "کیا میں بوڑھا ہوگیا ہوں" حالانکہ جوانی کی امنگوں میں وہی جوش ہے جو کہ باورچی کی ہنڈیا میں ہوتا ہے -

و ما کل حزنی للشباب الذی ھوی بہ الشیب عن طودٍ من الانس شامخ

(میرا رنج اُس جوانی پر نہیں ہے جسے بڑھاپا شادمانی کے بلند پہاڑ سے گرا کرلے گیا ہے)

و لکن لقول الناس شیخ و لیس لی علی نائبات الدھر صبر المشائخ

(بلکہ اسلئے ہے کہ لوگ کہیں گے کہ "یہ بزرگ ہے" اور مجھ میں مشکلات پر قابو پانے کے لئے بزرگوں کا سا صبر نہیں ہے)

[1] مجھے یہ دونوں اقتباسات زبدۃ الاشعار کے ایک مخطوطہ میں ملے (عدد ۵۷ - اوسلے کا ذخیرۂ کتب بوڈلین لائبریری ص۲) یہ کتاب المعجم فی معاییر اشعار العجم (تصحیح مرزا محمد قزوینی سلسلہ جب) کا ملخص ہے - ان اقتباسات کو صفحہ ۴۴ پر جو خالی جگہ ہے وہاں آنا چاہیئے المعجم کی کئی غلط عبارتوں کی تصحیح اس نسخے کے مقابلے میں ہوسکتی ہے - علاوہ اس کے قدیم پہلوی الفاظ والا باب اور فضل اللہ بن محمد شیرازی کا مرصع قصیدہ جس میں بحور اور صنائع کا ذکر ہے - المعجم میں جب وہ دوبارہ چھپے تو یہ دونوں ضرور شامل کر لئے جائیں -

گفتی دوتا چرا شوی قامت مرد زیراکہ زگوہر جوانی شد فرد

(تو پوچھتا ہے کہ انسان کا سیدھا قد کیوں جھک جاتا ہے؟ سبب ظاہر ہے اُس نے اپنی جوانی کا بیش بہا زیور کھو دیا ہے)

دانا کہ بیوفتاد چیزی از دست پشت از پئی جستن دوتا باید کرد

(جب کبھی ہاتھ سے کوئی چیز گر پڑتی ہے تو لوگ اُسے جھک کر ڈھونڈتے ہیں)

ذیل میں اسی مضمون کا ایک عربی قطعہ دیا گیا ہے جو ایک مصری دوست نے مجھے پڑھ کر سنایا۔ ان کا نام ڈاکٹر عبدالرحمن امین بے ہے اور وہ قاہرہ کے باشندے ہیں۔ میری ملاقات ان سے میڈرڈ (MADRID) شہر میں ہوئی تھی اس قطعہ کا کہنے والا کون ہے اس کا پتہ نہیں چلا۔ اگرچہ ڈاکٹر موصوف نے مجھے بہت زوروں سے یقین دلایا تھا کہ یہ کلام متقدمین سے ہے لیکن میں ذاتی طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ اس قطعہ کا کہنے والے کوئی اہلِ ذوق ہے وہ مذکورہ بالا فارسی اقتباسات کا ہمدوش کلام معلوم ہوتا ہے۔ اس نے شاید ہی ایرانیوں کو مذکورہ اشعار کے کہنے پر ابھارا ہے۔

وشیخ فوق ظہر الارض یمشی وھامتہ تعادل رکبتیہ

فقلت لہ لماذا انت تحنی فقال مقلبا نحوی یدیہ

شبابی فی الثری قد ضاع منی وھا انا فی الثری ابحث علیہ

(بعض بوڑھے زمین پر اس طرح چلتے ہیں کہ اُن کا سر اُن کے گھٹنوں کے برابر آجاتا ہے میں نے ان سے پوچھا کہ کمر کیوں خم کئے ہوئے ہو؟ تو کفِ افسوس ملتے ہوئے بولے جوانی خاک میں مل گئی چنانچہ اُس کی تلاش اس طرح ہو رہی ہے)

محبوب کے خط و خال کے وصف میں آنے والی تشبیہات

[ثمن]

مع

ہمدوش اقتباسات

شرف الدین الرامی نے انیس العشاق[1] (یعنی عاشقوں کا مصاحب نامی کتاب میں ان تشبیہات

---

[1] اس کتاب کا فرانسیسی زبان میں مسٹر ہوارٹ نے ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ میں بہت کچھ ضروری مواد چھوٹ گیا ہے اور ترجمہ بھی اکثر مقامات پر غلط ہے۔ اس کتاب کا بہترین نسخہ کیمبرج یونیورسٹی لائبریری میں ہے اور ایک دوسرا

اور استعارات کا ذکر مثالوں کے ساتھ کیا ہے جو عربی اور فارسی شعراء محبوب کے خط و خال کے وصف میں لاتے ہیں اس فصل میں صرف تین قسم کے نمونے پیش کئے جائیں گے - پہلا نمونہ قدیم عرب اشعار کا ہوگا اور باقی ماندہ دو نمونے عہد عباسیہ کے اشعار کے ہوں گے -

(۱) متقدمین عرب شعراء نے اکثر و بیشتر عورتوں کی خمدار زلفوں کو انگور کے خوشوں سے تشبیہ دی ہے ابوہلال العسکری کا خیال ہے کہ قدیم شاعری میں اعشی کا یہ شعر بالوں کے وصف میں لاجواب ہے - اسے نابینا شاعر بشار نے بھی بہت پسند کیا تھا[۱]

پچھلے صفحہ سے آگے :

نسخہ برطانوی عجائب گھر میں ہے - یورپ کے کئی ممالک میں بھی ایسے نسخے ہیں - یہ تمام نسخے کاتبوں کی لاعلمی اور بے اعتنائی کی وجہ سے ناقص ہیں - خصوصاً عرب شعراء کے حوالے تو سرے سے غلط ہیں - کئی مقامات پر لکھا ہوا ہے کہ فلاں فلاں شاعر نے یہ تشبیہ دی ہے لیکن ان شعراء کی تشبیہات کا سراغ مجھے نہ مل سکا گرچہ میں نے اس ضمن میں کافی چھان بین کی کیا اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ابن الرومی کے زمانے میں متذکرہ شعراء کے دواوین میں ان تشبیہات کا ذکر تھا جو بعد کے نسخوں میں مفقود ہو گئی ہیں؟ یہاں ایک مثال دینا ہی کافی ہوگا - لکھا ہے کہ امرأ القیس نے ایک نوخیز کے رخسار پر جو سبزہ اگا ہے اُس کی تشبیہ جلے ہوئے ایلوے سے دی ہے - یہ سراسر غلط بیانی ہے کیونکہ نوجوان لڑکوں کے عشق سے متعلق اشعار عہد عباسیہ کی پیداوار ہے -

[۱] دیوان المعانی ص ۲۷ الف

اس نایاب تشبیہ کی مزید مثالیں درج ذیل ہیں -

(الف) طرفہ کہتا ہے (دیوان تصحیح SELIGSOHN ص ۱۳۷)

صادتِ القلبَ بعینی جوذر ۔۔۔ وبنحو فوقہ المرجان جم

وبفرعین علی امتانہا ۔۔۔ مسبکر کعنا قید السحم

(اُس نے ایک جنگلی نیل گائے کو آنکھوں سے اور گردن سے جس میں بیش بہا موتی کا ہار پڑا ہوا تھا، اور دو لمبی اور چمکیلی زلفوں جو کالے انگور کے خوشوں کے مانند پشت پر لٹک رہی تھیں میرا دل چھین لیا)

المخبل کہتا ہے (مسالک الابصار ص ۲۴۳)

وتصل مدراہا المواشط ۔۔۔ جعد احم کانہ کرم

(باقی اگلے صفحہ پر)

فانفنیت منها الیٰ جنتہٖ تدلت علی عنا قیدها

(پھراس کے باغ (رخ زیبا) کی طرف متوجہ ہؤا اور اس کے (زلف جیسے) انگور کے خوشوں نے میرا منہ ڈھانپ لیا)

ایرانی شاعر معزی اس نادر تشبیہ کو جو خاص طور پر عربوں نے استعمال کی ہے اس طرح اپنے شعر میں لاتا ہے:[۱]

کشیدہ زلف گرہ گیر درمیان لب چون خوشۂ عنب اندر میانۂ عناب

(اس نے اپنی خم والی زلف کو دو ہونٹوں کے درمیان رکھا تھا جیسے انگور کا خوشہ عناب کے دانوں پر رکھا ہؤا ہو)[۲]

پچھلے صفحہ سے آگے:

(مشاطہ عورتیں مشاطگی میں کنگھیوں کو سیاہ بالوں میں گھو بیٹھتی ہیں جو انگور کی بیل کے مشابہ ہیں)

شماخ کہتا ہے (کتاب المحب والمحبوب ص ۶۰ ب)

دار الفتاة التی کنا نقول لها یا ظبیة عطلاً حسانة الجید

(یہ اس جوان عورت کا گھر ہے جسے ہم موزوں قد اور عالیشان گردن والی ہرنی کہا کرتے تھے)

تدنو الحمامة منها وهی لاهیة من یانع الکرم قنوان العناقید

(جب وہ پکے ہوئے انگور کے خوشوں سے (جو اس کے بالوں کے مانند ہیں) کھیلتی ہے تو مادہ کبوتر اس کے نزدیک آتی ہے)

ابو الطمحان القینی (الحماسۃ لابی تمام تصحیح فلوگل ص ۱۸۱) نے کہا ہے:-

لقد حلقوا منها غدائر کانه عناقید کرم اینعت فاسبکرت

(انہوں نے سیاہ زلفوں کو مونڈ ڈالا جو انگور کی خوشوں کے مانند تھیں۔)

اور عمر بن ربیعہ کہتا ہے (کتاب المحب ص ۴۹ الف اور نویری جلد ۲ ص ۱۹):-

سبحة بوحف فی العقاص کانه عناقید دلاها من الکرم قاطف

(اس نے اس کو اپنی تابدار زلفوں سے جن میں فیتے لگے ہوئے تھے اور جو لٹکے ہوئے انگور کے خوشوں کے مانند تھے اس کو گرفتار کر لیا۔

[۱] دیوان معزی ص ۷ ب اور انیس العشاق (HUART) ص ۱۶

[۲] ہونٹوں کو عناب کے دانوں سے مشابہت کرنے کی بات شعرائے اسلام نے شروع کی (باقی اگلے صفحہ پر)

پچھلے صفحے سے آگے:

ملاحظہ ہو: ابو الفرج الواوا (یتیمہ جلد اول اور مقامات حریری تصحیح اسٹینگاس ص۲)

فامطرت لؤلؤا من نرجس وسقت   وردًا وعضت علی العناب بالبرد

(اُس نے نرگس سے موتی برسائے اور گلاب کو سیراب کیا اور اولوں سے عناب کو کاٹا)

کسی گمنام شاعر نے اس شعر کا فارسی میں یوں ترجمہ کیا ہے (انیس العشاق تصحیح ہوآرٹ ص۶۱):۔

ژالہ از نرگس فرو بارید و گل را آب داد   وز تگرگ روح پرور مالش عناب داد

اسٹنگاس نے غالباً ثریسی جلد ۱ ص ۳۷ کے حوالے سے سمجھا ہے کہ 'عناب' سے یہاں مراد "حنائی انگلیوں" کی ہے بیشک اس لفظ کے دونوں معانی نکل سکتے ہیں۔ چنانچہ منوچہری کا شعر ملاحظہ ہو: 'زندہ ہمی زد بعنابہا'

اور سعدی نے گلستان میں کہا ہے:۔

بخون عزیزان فرو بردہ چنگ   سر انگشتہا کردہ عناب رنگ

میرے خیال میں ابو نواس پہلا شخص ہے جس نے سر انگشت کو عناب سے تشبیہ دی ہے وہ کہتا ہے (العمدہ جلد ۱ ص ۳۰۰)

یا قمرا ابصرت فی مأتم   یندب شجواً بین اتراب

یبکی فیذری الدر من نرجس   ویلطم الورد بعناب

(میں نے چودھویں کے چاند کو ایک ماتمی مجلس میں دیکھا جو اپنی ہمجولیوں میں آہ و فغاں کر رہی تھی۔ وہ روتی تھی اور نرگس سے موتیوں کو بکھیر رہی تھی اور گلاب پر عناب سے طمانچے مار رہی تھی)

معزی اور ظہیر جیسے نامور ایرانی شعراء نے 'عناب' کا لفظ 'ہونٹ' کے لئے استعمال کیا ہے۔ معزی کہتا ہے:

عناب شکر بار تو ہر گہ کہ بخندد   شاید کہ بخندد بعناب شکر یہ

(عناب شکر بار جب کبھی مسکرائے تو اچھا لگے اگر وہ شکر پر اور عناب پر ہنسے)

اور ظہیر کہتا ہے: دیوان ص ۹ ب اور انیس العشاق تصحیح ہوآرٹ ص ۶)

چرا ہوای لبت خون من بجوش آرد   اگر نشاندن از خواص عناب است

(اگر خون کی تبرید عناب سے ہوتی ہے تو تیرے ہونٹوں کی خواہش سے میرا خون کیوں جوش مارتا ہے)

اس تشبیہ کے علاوہ ایرانی شعراء نے آنکھوں کو نرگس سے، آنسو کو موتی سے، رخسار کو گلاب سے اور دانتوں کو اولوں سے مماثلت کرنا عرب شعراء سے سیکھا ہے ان سب تشبیہات کی وضاحت کرنا بے سود ہو گا۔

خاقانی نے بھی یہ تشبیہ استعمال کی ہے[۱] :-

گیسو چہ خوشہ تافتہ واز بہر عید وصل   من ہمچو خوشہ سجدہ کنان پیش عرعرش

(اس نے انگور کے خوشے کے مانند اپنے گیسوؤں کو بُنے اور میں نے شوقِ وصل میں انگور کے خوشے کے مانند اپنے سر کو اُس کے سدا بہار قامت کے سامنے جُھکا دیا)

(۱۱) عرب محدثین شعراء نے تابدار گیسوؤں کو جو لٹک رہے ہوں اور رُخساروں کو ڈھانک رہے ہوں اُن بچھوؤں سے تشبیہ دی ہے جو رُخِ گلفام کی آگ میں جل جانے کے خوف سے پیچ و تاب کھا رہے ہوں[۲] دقیقی نے گیسوئے تابدار کی تشبیہ بچھو سے کی ہے اور اس تشبیہ کی زیادہ وضاحت نہیں کی ہے[۳] وہ کہتا ہے :-

زخم عقرب نیستی بر جان من   گر ورا زلف معقرب نیستی

(میں بچھو کے ڈنک مارنے سے نہ تڑپتا اگر محبوب کے بچھو جیسے خم دار گیسو نہ ہوتے)

اس تشبیہ کی ابتدا ابن المعتز سے ہوئی ہے اس نے دوسروں کے لئے ایک مثال قائم کر دی وہ کہتا ہے[۴]:

ریم یتیہ بحسن صورتہ   عبث الفتور بحسن مقلتہ

(وہ ایک ہرن ہے جو اپنی خوبصورتی پر نازاں ہے۔ اُس کے پر فتنہ چشم میں جادو بھرا ہوا ہے)

فکأنّ عقرب صدغہ وقفت   لمادنت من نار وجنتہ

(گویا کہ اُس کی کنپٹی کا بچھو (گیسو) رک گیا ہے جب اُس نے اُس کے رُخسار کی آگ (سُرخی) کو دیکھا)

ابو عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالعزیز پانچویں صدی ہجری کا ایک عربی بولنے والا شاعر ہے - باخرزی بھی

---

[۱] دیوان خاقانی ص۵۹ الف قامت کو عرعر سے مماثلت کرنا عربوں کا کام ہے۔ عرعر سے مراد فارسی میں سرو ہے۔

[۲] میں نے عہدِ عباسیہ میں شاعروں کی بد ذوقی کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ جب وہ اپنی تشبیب میں تُرکانِ خوبرو کی تعریف کرنے لگے تھے۔ حسین لڑکوں کے گیسو آج کے کٹے ہوئے بالوں کے جیسے لگتے ہیں۔ مشرقی ممالک کے البیلے اس طرز کو اختیار کرتے ہیں اور مقامی زبان میں ایسی زلفیں علوی گیسو کہلاتی ہیں۔

[۳] لباب جلد ۲ ص ۱۲

[۴] کتاب الحُبّ ص ۶ ب۔ ابن المعتز نے ابن السکیت کے ایک جملہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔

"کأنی شنوۃ عند الصدد" (گویا میں ایک بچھو تھا جو بھاگنا چاہتا ہے) بچھوؤں کو آگ سے بہت نفرت ہے۔

اپنی کبر سنی میں اُسے مل چکا تھا وہ ابن المعتز والی تشبیہ کو ان اشعار میں لاتا ہے[1]:-

اشفقتُ لمّا حل اصداغه ساحة خدٍ جمرها مُحرق

(مجھ پر خوف طاری ہوگیا جب اُس نے اپنے اگلے گیسوؤں کو رُخسار پر پھیلائے جہاں کوئلے سلگ رہے تھے یعنی سُرخ تھے مبادا وہ جل جائیں -

باخرزی نے اپنے مشہور ہم عصر ایرانی شاعر بنام ابو نصر الجواسری[2] کو یہ اشعار سنائے - چنانچہ اس نے ان اشعار کو ارتجالاً فارسی میں منظوم کر دیا:-

سخت بترسیدم از زلف ترا ز آتش رخسار تو چون بر فروخت

(میں سخت خائف تھا کہ کہیں تیرے رُخسار کی بھڑکتی آگ تیرے زلف کو نہ جلا دے)

زلف تو برگشت بی آزار ازو وانکہ ہمی ترسید ازوی بسوخت

(تیری زلف تو صاف صاف بچ گئی لیکن ڈرنے والا جل کر بھسم ہوگیا)

---

[1] دمیۃ ص ۱۹۰ الف - صنوبری بھی اس خیال کا اظہار کرتا ہے وہ کہتا ہے (العسکری: کتاب الصناعتین جلد ا ص ۲۵۷ سطر ۲):-

نويت تقبيل نار وجنته وخفت ادنو منها فاحترق

(میرا ارادہ تھا کہ اُس کے رخسار کی آگ (سُرخ رنگ) کا بوسہ لوں - لیکن میں ڈرتا تھا کہ پاس جانے سے جل جاؤں گا)

اسی شاعر نے پھر اور کہا ہے (رسالۃ الغفران ص ۱۱):-

تخيله ساطعا وجهه فتأبى الدنو الى رهجه

(اُس نے جب اُس کے چہرے کی دمک دیکھی تو ایسا ہی خیال کیا اور اُس کی گرمی سے دور رہنے کی کوشش کی)

متنبی نے بھی اس خیال کا اظہار کیا ہے لیکن الفاظ مختلف ہیں (دمیۃ ص ۸۲ ب)

ويبسمن عن بود خشيت أذيبه من حر انفاسي فكنت الذ ائبا

(اُنہوں نے مسکرا کر اپنے اولوں (دانتوں) کو دکھائے مجھے ڈر تھا کہ وہ کہیں میری سانس سے پگھل نہ جائیں لیکن الٹا میں ہی پگھلا)

[2] دمیۃ: ص ۱۹۰ الف - اس شاعر کا خاندانی نام المبشوری یا البوسوری بتایا گیا جو سراسر غلط ہے - کرمان شہر کا نام جُواسیر یا جواشیر تھا (ملاحظہ ہو LE STRANGE کی کتاب

'LANDS OF THE EASTERN CALIPHATE'

لہٰذا شاعر کا خاندانی نام جُواسیری یا جواشیری ہونا چاہئے -

سبزہ جو بالائی ہونٹوں پر نکلتا ہے یا خط جو رخساروں پر نمودار ہوتا ہے اس کی تشبیہ سبز گھاس، مشک اور عنبر سے دی جاتی ہے۔ ابن المعتز کہتا ہے[1]:

وتکاد الشمس تشبہہ ویکاد البدر یحکیہ

(آفتاب تقریباً اس کے مانند ہے اور چودھویں کا چاند اُس سے ملتا جلتا معلوم ہوتا ہے)

کیف لا یخفی عارضہ ومیاہ الحسن تسقیہ

(اُس کے رخسار کیوں نہ تر و تازہ معلوم ہوں۔ حُسن کی بہار سے وہ مالا مال ہیں)

رودکی کہتا ہے[2]:-

برگرد گل سرخ کشیدہ خط سبزی تا خلق جہاں را بفگندہ بخلالوش

(اُس نے اپنے سرخ گلاب پر یعنی چہرہ پر ایک خط کھینچ رکھا ہے اور ساری دنیا کو ڈانواڈول کر دیا ہے)

ظہیر فاریابی کہتا ہے[3]:-

در خط شوم ز سبزۂ خط تو ہر زمان تا لب چرا بران لب شکر نشان نہاد

(تیرے ہونٹ پر جو سبزۂ خط نمودار ہوا ہے اسے دیکھ کر میں سوال کرتا ہوں کہ اُس نے اپنے ہونٹوں کو تیرے شیریں لبوں پر کیوں دھرا ہے؟)

(ب) ابو فراس نے سبزۂ خط کو مشک سے تشبیہ دی ہے[4]:-

قمر کان بعارضیہ کلیہما مسک تساقط فوق ورد احمر

(وہ ایک چاند ہے اور اُس کے رخسار پر جو سبزۂ خط ہے وہ مشک ہے جو گلِ سرخ پر چھڑکی گئی ہے)

معزی نے اس تشبیہ کو یوں ادا کیا ہے[5]:-

---

۱ نویری: نہایۃ جلد ۲ ص ۸۲

۲ شعوری: فرہنگ شعوری جلد ۱ ص ۳۶۲ الف

۳ لباب۔ جلد ۲ ص ۳۰۲ سطر ۱۴، ہوآرٹ، انیس ص ۴۲۔ شاعر سبزۂ خط سے حسد کرتا ہے کہ وہ کیوں اکیلا محبوب کے ہونٹوں پر بوسہ دے رہا ہے۔

۴ یتیمہ جلد ۱ ص ۳۶، نویری جلد ۲ ص ۸۱

۵ لباب جلد ۲ ص ۷۳، ہوآٹ: انیس ص ۴۶۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

من غلام آن خط مشکین کہ گوئی مورچہ   پائی مشک آلودہ بر برگ گل نسرین نہاد

(میں اُس خطِ مشکیں کا گرویدہ ہوں جو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سفید گلاب پر چونٹیوں نے اپنے مشک آلودہ قدم رکھے ہیں)

رودکی نے سبزۂ خط کی مثال عنبر کے ہالے سے دی ہے[1]:-

ایا قدِ تو چوں سروی زدیبا کرد آن آذین   دبا رویِ تو چوں ماہی زعنبر کرد آن پرہون

(اے وہ کہ جس کا قد سرو کے مانند ہے جو زربفت اوڑھے ہوئے ہو یا۔ اے وہ کہ جس کا چہرہ چاند کے مانند ہے جس کے چاروں طرف عنبر کا ہالہ بنا ہوا ہو)

عمارہ نے خوشبو کی بوتل سے تشبیہ دی ہے[2]:-

پچھلے صفحہ سے آگے:

بغداد کا رہنے والا ایک عرب شاعر ہے جس کا نام خبزارزی (چاول کو روٹی بنانے والا) ہے۔ وہ چوتھی صدی ہجری کا ہے اس نے اپنے اشعار میں سبزۂ خط کی تشبیہ چونٹیوں کے قدموں کے نشانات سے کی ہے (نویری: نہایۃ جلد ۲ ص ۸۲ - نیز یتیمہ: جلد ۲ ص ۱۳۳ اور مسعودی جلد ۸ ص ۳۷۴)

انظر الی الغنج یجری فی لواحظہ   وانظر الی دعج فی طرفہ الساجی

(اُس کی نگاہِ ناز کو دیکھو اور اس کی نرم آنکھوں کی سفیدی اور سیاہی کو ملاحظہ کرو)

وانظر الی شعرات فوق عارضہ   کأنہن نمال سرن فی العاج

(اور اس کے رخساروں پر سبزۂ خط کو دیکھو۔ وہ سب چونٹیاں ہیں جو ہاتھی دانت پر دوڑ رہی ہیں)

[1] شعوری: فرہنگ جلد ۱ ص ۱۸۵ الف۔

ایک عرب شاعر کہتا ہے (نویری جلد ۲ ص ۸۳)

یا لائمی فی حب ذی عارض   ما البدر المخصب کالماحل

یموج ماء الحسن فی وجہہ   فیقذف الغبر فی الساحل

(اے میرے ملامت کرنے والے! جب میں اُس رخسار کی تعریف کرتا ہوں جس پر سبزۂ خط نمودار ہے تو کیوں مجھے برا بھلا کہتا ہے کیا زرخیز زمین بنجر زمین کے برابر ہو سکتی ہے اُس کے چہرے پر حسن و آب و تاب سے موجیں ابھرتی ہیں اور ساحل سمندر پر عنبر پھینکتی ہیں)

[2] شعوری فرہنگ جلد ۲ ص ۴۸ ب

تاپدید آمدت امسال خط غالیہ بو غالیہ خیرہ شد زہی عنبر خوار

(چونکہ مشک بلاؤ سبزہ خط اس سال تیرے چہرے پر نمایاں ہوا ہے اس لئے مشک بلاؤ کی خوشبو اُڑ گئی ہے اور عنبر کی خوشبو بھی ماند پڑ گئی ہے)

اس قسم کی مزید مثالوں کو گنانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ شرف الدین الرامی کی بیان کردہ تشبیہات سب کے سب عرب شعراء میں مل جاتی ہیں ۔ اس مقام پر مذکور مصنف کی رائے بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جو اس نے ایرانی شعراء کی افتادِ طبع کے بارے میں بتائی ہے اُس نے محبوب کے ہونٹوں کی تعریف میں تمثیلیں بیان کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کہدیا ہے :-

داہل عجم در استعمال عبارت عرب مجیز نند، کہ در نہب و سلب دست تصرف دارند، واین معنی از مطالعۂ دواوین استادان عرب محقق گردد[1]۔

(یعنی ایرانیوں کو عربوں کی زبان اور محاورات پر پورا عبور ہے کیونکہ لوٹ کھسوٹ کے کام میں اُنہیں چھوٹ ملی ہوئی ہے (یعنی غیروں کے نادر خیالات) اس کا اگر ثبوت درکار ہو تو عرب اساتذہ فن کے دواوین کا مطالعہ کرو)

الرامی خود ایرانی ہے مگر اس نے ایرانیوں کے طبع نقاد پر تیشہ زنی کی ہے ۔ یہ کوئی بے بنیاد چوٹ نہیں ہے وہ نہایت سنجیدگی سے کہہ رہا ہے ۔ اسی کتاب میں کسی اور جگہ اُس نے اُن تمثیلات کا ذکر کیا ہے جو ایرانی شعراء دانت کے متعلق لے آئے ہیں اور اس ضمن میں اس نے کہا ہے[2]۔

و اہل عرب ہیچ باب دندان برین کلمات فارسی نمی نہند ، وشعرای عجم دندان طمع در الفاظ ایشان زو بردہ اند، ودر تصرف تشبیہات مجیز نند۔

(یعنی اہل عرب دانتوں کے وصف میں ایرانی الفاظ ہرگز استعمال نہیں کرتے حالانکہ ایرانی شعراء عربوں کے انداز بیان سے چپکے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور اُن کی تشبیہات کو بے دھڑک استعمال کرتے ہیں)

(مسلسل)

---

[1] انیس العشاق : کیمبرج یونیورسٹی لائبریری مخطوطہ عدد ۲۶۱ جلد ۲ اوراق ۱۰۵ ب تا ۱۱۲ الف ص ۹۴ ب

[2] " " ۹۷ الف